مقالات

ابوعبدالرحمٰن محمد وصی الدین عمری
خطیب مسجد الدار القیمہ بھیونڈی، ممبئی

# جشنِ عید میلاد النبیؐ منانے کی شرعی حیثیت

الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتٰب ولم یجعل لہ عوجا ط والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین - اما بعد : " الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ۔ " (المائدۃ : ۳)

" آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور اسلام کو تمہارے لیے دین کی حیثیت سے پسند کر لیا "

دینِ اسلام کامل و مکمل، آفاقی و عالمگیر، سچا دین ہے جس کی حقانیت و سچائی روزِ روشن کی طرح عیاں و واضح ہے اور جس کو اپنا کر ہر شخص کامیاب ہو سکتا ہے ۔

یہ دین ہمیں سختی سے حکم دیتا ہے کہ ہم اپنے تمام معاملات میں اعتدال کو ملحوظ رکھیں ۔ ہمارے اسلاف اسی اعتدال والی راہ پر چل کر کامیاب و کامران ہوئے، جسے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال کا عرصہ ہو رہا ہے ۔

اسلام سے پہلے سرزمینِ عرب کا چپہ چپہ عام جہالت و ضلالت اور اوہام و خرافات کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا ۔ تاریخ شاہد ہے کہ وہ لوگ خدا پرستی کی جگہ بت پرستی اور اولیاء و صلحاء پرستی کی لعنت کا شکار تھے ۔ ان کے اخلاق و کردار جانوروں و درندوں سے کہیں بدتر تھے ۔ انسانیت برائے نام رہ گئی تھی تہذیب و تمدن، رہن سہن، اخوت و بھائی چارگی کا نام و نشان تک نہیں تھا ۔ ہر طرف برائیوں کا ڈنکا بج رہا تھا ۔ شراب خوری، قمار بازی، سود خوری، زنا کاری بالکل عام ہو چکی تھی ۔ ایسے وقت میں ایک بہترین مصلح اور رہبر کی ضرورت تھی، جو انسانوں کی صحیح رہنمائی کرے اور ہر قسم کی برائیوں کا قلع قمع کر سکے ۔

چنانچہ اللہ رب العزت نے اسی عظیم کارنامے کو سرانجام دینے کے لیے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا ۔ جب آپؐ منصبِ نبوت پر فائز ہوئے تو اپنے ۲۳ سالہ دورِ نبوت

میں بڑی کدوکاوش اور جدوجہد کے ساتھ فرائض نبوت کی اہم ذمہ داری کو امانت ودیانت اور صداقت کے ساتھ نبھایا، حتیٰ کہ اپنے مکارمِ اخلاق سے دنیا کی کایا پلٹ دی یعنی ہر طرح کی پھیلی ہوئی جہالت و ضلالت، قوم و وطن پرستی، تعصب و تفخر جیسی برائیوں کو مکمل طریقے سے ختم کر دیا اور ۶۳ سال کی عمر مبارک کو پہنچ کر اللہ کے اٹل فیصلے" اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ" (اے نبیؐ آپؐ بھی فوت ہونے والے ہیں اور یہ بھی مرجائیں گے ) اور " كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" (ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے ) کے مطابق ربِّ حقیقی کی دعوت پر لبیک کہا اور ہمیشہ کے لیے اس دارِ فانی کو الوداع فرما کر ۱۲ ربیع الاوّل بروز پیر دوشنبہ صبح کے وقت " اَلصَّلٰوةُ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ " کہتے کہتے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے ـــــ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ـــــ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ !

زیرِ نظر مقالہ "جشنِ عید میلاد النبیؐ منانے کی شرعی حیثیت" کے اندر مروجہ بدعت اور رسم و رواج کا پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے، اور قرآن و حدیث اور تاریخ اسلام کی روشنی میں مختلف پہلوؤں اور مدلل طریقے سے سمجھانے کی سعی کی گئی ہے کہ مروجہ عید میلاد النبیؐ اور ان جیسے دیگر رسم و رواج بالکل من گھڑت، بدعت و ناجائز اور سنّتِ رسولؐ اور طریقۂ سلف صالحین کے خلاف ہیں، جن کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے !

## تاریخِ ولادت تا وفات اربابِ سیر و مورخین کی نظر میں

بلا شک و شبہ ماہِ ربیع الاول عالمِ انسانیت کے لیے نہایت خیر و برکت کا مہینہ ہے، جس کی نویں تاریخ نہایت سعید و مسرت آمیز اور دوشنبہ کا دن بھی فیض و نور سے لبریز ہے۔ اس لیے کہ اسی تاریخ میں مصلحِ اعظم، خاتم النّبیّین، رحمۃ للعالمین، امامِ اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت ہوئی، ساتھ ہی ہمیں یہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اسی مہینے کی بارہویں تاریخ کو عالمِ انسانیت کے سب سے بڑے رہنما اور محسنِ اعظم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اس لیے جہاں ہمارے لیے ہزاروں خوشیاں ہیں وہیں لاکھوں غم و الم بھی! ـــ لہٰذا آپؐ پر ایمان لانے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ راہِ اعتدال کو ملحوظ رکھیں اور غلو اور بے اعتدالی کے کاموں سے باز رہیں، اسی میں ہماری نجات اور سعادتِ دارین ہے۔

## اب تاریخِ اسلام پر ایک نظر ڈالیں

مشہور سیرت نگار "رحمۃ للعالمین" کے مصنف قاضی سلیمان منصور پوریؒ لکھتے ہیں:

"آپؐ کی ولادتِ باسعادت دوشنبہ کے دن صبح صادق کے بعد اور طلوعِ آفتاب سے قبل ۹ ربیع الاول کو موسمِ بہار میں ہوئی، اور یہی درست اور محقق ہے، جیسا کہ مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا کہ آپؐ کی ولادت ۹ ربیع الاول بروز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی تھی" (بحوالہ سیرت النبیؐ تالیف علامہ شبلی نعمانی حصہ اول ص ۱۷۱)

۲۔ محمد بن اسحٰق المطلبی نے کہا کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت پیر کو ربیع الاول کی بارہ راتیں گذارنے کے بعد سنہ فیل میں ہوئی" (سیرت ابن ہشام حصہ اول ج ۱ ص ۱۸۲)

۳۔ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی اپنی تالیف تاریخ اسلام کے ص ۸۷ ج ۱ پر لکھتے ہیں کہ:

"۹ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل مطابق سنہ ۴۰ جلوس کسریٰ نوشیرواں مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بروز دوشنبہ بعد از صبحِ صادق اور قبل از طلوعِ آفتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے"

"الرحیق المختوم" کے مصنف، تاریخ خضری اور رحمۃ للعالمینؐ کے حوالے سے ص ۸۳ پر رقم طراز ہیں کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں شعب بنی ہاشم کے اندر ۹ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل یوم دوشنبہ کو صبح کے وقت پیدا ہوئے، اس وقت نوشیرواں کی تخت نشینی کا چالیسواں سال تھا اور ۲۰ یا ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کی تاریخ تھی۔ یہ تمام روایتیں پیشِ نظر رکھ کر اربابِ تحقیق اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ولادتِ باسعادت ۹ ربیع الاول سنہ عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بعد از صبح صادق اور قبل از طلوع نیرِ عالم تاب ہوئی" (بحوالہ سیرت ابن ہشام حاشیہ ج ۱ ص ۱۸۲)

ان تمام تاریخی شواہد سے یہ حقائق کھل کر سامنے آجاتے ہیں کہ آپؐ کی ولادتِ باسعادت باتفاقِ مؤرخین ۹ ربیع الاول بروز دوشنبہ ہوئی۔

## تاریخِ وفات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخِ وفات متعین کرنے میں مؤرخین کا قدرے اختلاف ہے، لیکن زیادہ صحیح روایت جو مؤرخین نقل کرتے ہیں،

وہ ۱۲ ربیع الاول ہی کی ہے۔ واقدی کی مشہور ترین روایت میں، جس کو انہوں نے متعدد اشخاص سے نقل کیا ہے، تاریخِ وفات ۱۲ ربیع الاول ہی بتائی گئی ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سیرت النبیؐ جلد ۲ ص۱۷۲)

ارباب سیر عام طور پر تین روایتیں نقل کرتے ہیں: یکم ربیع الاول، دوم ربیع الاول اور ۱۲ ربیع الاول۔ سیرت النبیؐ کے مصنف نے یکم ربیع الاول کو ثقہ کہا ہے، گویا ان کے نزدیک یہی درست ہے اور دوم ربیع الاول کی روایت ہشام بن محمد بن سائب کلبی اور ابو مخنف کے واسطہ سے مروی ہے۔ (طبرانی بحوالہ مذکورہ)

"الرحیق المختوم" کے مصنف ص۲۴۷ پر لکھتے ہیں کہ:

"یہ واقعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو چاشت کی شدت کے وقت پیش آیا، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریسٹھ سال چار دن ہو چکی تھی"۔

اور تاریخ اسلام کے مصنف مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کی بھی یہی تحقیق ہے کہ آپؐ کی وفات دوپہر کے قریب بروز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو ہوئی۔ (تاریخ اسلام ج۱ ص۲۴۷)

قارئین حضرات! آپ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادتِ باسعادت اور وفات کے تعلق سے ملاحظہ کر لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تاریخ ۹ ربیع الاول ہے اور وفات ۱۲ ربیع الاول کی ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ جو لوگ ۱۲ ربیع الاول کو آپؐ کی وفات کے دن جشنِ عید میلاد النبیؐ کے نام سے ہزاروں خوشیاں مناتے ہیں، چراغاں اور رنگ برنگی لائٹنگ کی سجاوٹ کرتے ہیں (جہاں ہزاروں و لاکھوں روپے کا اسراف ہوتا ہے) پھر مختلف جگہوں پر اسٹیج لگاتے ہیں، بڑے بڑے علماء سے داد تحسین حاصل کرتے ہیں اور مبالغہ آمیز آپؐ کی تعریفیں کرتے ہیں اور عوام کو بڑا فریب یہ دیتے ہیں کہ اس دن ذکرِ خیر کرنا اور اس محفل میں شریک ہو کر آپؐ کی سیرتِ پاک کا بیان سننا بہت بہتر اور بڑے اجرو ثواب کا کام ہے، اور اس دن کی یاد سال بھر کے لیے کافی ہے وغیرہ وغیرہ۔

یقیناً آپؐ کی سیرتِ پاک سننا کارِ ثواب اور بہتر ہے لیکن کیا آج کے یہ سب مروجہ طریقے صحیح اور درست ہیں؟ یا ہمارے اسلاف کا یہ طریقہ رہا ہے؟ جب کہ ہم شب و روز آپؐ کی سیرت و صورت اور اخلاق و اعمال بیان کرتے رہتے ہیں۔ پھر کسی دن کو مخصوص کر کے سال میں صرف ایک بار ذکرِ خیر کر لینا یہ کہاں کا انصاف اور کس کی سنت ہے؟ یہی وجہ ہے کہ

آج بہت سے مسلمان روزمرہ والی عبادت سے گریز کرتے رہتے ہیں کہ بس ہمارے لیے سال میں ایک بار عید میلاد اور دیگر مروجہ رسم ورواج کی شرکت کافی ہے، نماز روزہ کی کیا ضرورت ؟ اس قسم کی مجلسوں اور محفلوں میں ۹۹ فیصد بے نمازی، شرابی اور جواری ہی لوگ شرکت کرتے ہیں، اس لیے کہ انہیں باور کرایا جاتا ہے کہ جو اس مجلسِ میلاد میں شرکت نہیں کرے گا وہ کافر ہے۔ (العیاذ باللہ) بے چارے یہ جاہل عوام اپنے چند رسم ورواج پر تکیہ کر لیتے ہیں اور اپنے آپ کو پکے موحد مسلمان سمجھنے لگتے ہیں، جبکہ باقی سب کو گستاخِ رسول، بددین اور کافر وغیرہ کے القاب دینے شروع کر دیتے ہیں۔

آج کے اس مروجہ میلاد خوانیوں سے یہی اندازہ لگتا ہے کہ یہ تمام جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے دن خوشیاں مناتے ہیں دشمنانِ رسول ہیں، نہ کہ محبِّ رسول۔ جس طرح یہود و نصاریٰ نے[1] غلو کر کے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی محبت کا دم بھر کر ان کے ساتھ برا سلوک کیا پس آپ کی وفات پر خوشی اور شادمانی کسی مسلمان کے نزدیک تو جائز نہیں!

للہ! انصاف سے فیصلہ کرو کہ جس دن آپ کی وفات ہوئی ہو، اس دن ہم ہزار خوشیاں منائیں، بھلا یہ کون سی محبت کا طریقہ ہے ؟ کیا تم اپنے باپ دادا، خویش واقارب اور دیگر رشتہ داروں کی وفات وموت کے دن بھول کر بھی جشن وخوشی مناؤ گے ؟ ہرگز نہیں! بلکہ اگر کوئی نادان ایسا کر بھی لے تو وہ قوم وسماج میں بہت برا اور ذلیل سمجھا جائے اور ہزاروں لعن وطعن کا شکار ہو جائے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ہم اپنے اقارب کی موت پر جشن منانا قابلِ ملامت ونفرت تصور کریں گے، تو پھر آج آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے دن آخر کیوں اور کس کے حکم سے مروجہ جاہلانہ رسم دھوم دھام سے منائی جا رہی ہے ؟ کیا یہی طریقہ صحابہؓ کا یا ائمہ اربعہؒ کا تھا ؟ یا یہ خواہشاتِ نفس کی پیروی ہے ؟ صد افسوس !

میرے بھائیو ! سال میں صرف چند رسوم ادا کر لینے سے روزمرہ والی عبادتوں۔ نماز، روزہ اور دیگر فرائض وواجبات سے آپ سبکدوش نہیں ہو سکتے اور نہ ہی چھٹکارا حاصل ہو

---

[1] اہلِ کتاب کے غلو کی قدرے تفصیل میرے رسالہ "احترامِ اولیاء" میں ملاحظہ کریں۔

سکتا ہے! اور نہ سال میں ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر کرنے اور میلاد پڑھ لینے سے رحمۃ للعالمینؐ کی روحِ پاک خوش ہوگی۔ اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروزِ قیامت بدعتی کے حق میں سفارش کے لیے تیار ہوں گے، بلکہ اس کے برعکس اپنی بیزاری کا اظہار کریں گے اور "سُحقاً سحقاً لمن غیر بعدی" (بخاری و مسلم) کہہ کر "تم مجھ سے دور، اس لیے کہ میرے بعد تم نے نئی نئی باتیں ایجاد کر لیں تھیں" چنانچہ فرشتے دھکے دے کر بھگا دیں گے۔ پھر کیا حال ہوگا؟ جہنم کے ایندھن نہیں گے!

آج ایسے جتنے رسم و رواج سنت کے نام پر ادا کئے جاتے ہیں، حرام ہیں مثلاً عید میلاد النبیؐ کے رسم صفر کے آخری چہارشنبہ کے رسم، شبِ معراج کے رسم و حلوہ خوری، شبِ برأت کی محفلیں، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی گیارہویں اور رجب کے کونڈے، محرم اور یومِ عاشورہ کے رسم، اذان کے آگے پیچھے صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا رسم، روزمرہ والی عبادتوں میں من گھڑت دعاؤں کو زبان سے ادا کرنے کا رواج، مردہ کے نام کی فاتحہ، نذر و نیاز، تیجہ، دسواں، چالیسواں اور قرآن خوانی کروانے کا رسم وغیرہ۔ کیونکہ یہ سب کے سب خلافِ سنت ہیں، اور ہر خلافِ شرع کام امرِ معصیت ہے جس کے کرنے کا حکم شریعتِ مطہرہ میں نہیں ہے اور نہ اسلام اس کی قطعی اجازت دیتا ہے۔ مذکورہ رسم و رواج کا دینِ اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے بلکہ ان کی برائی اور مذمت پر چاروں ائمہ کا اجماع اور اتفاق ہے، اس لیے کہ کسی کے دن، وفات، سال گرہ منانے کا طریقہ غیر مسلموں کا ہے۔

**محبتِ صحابۂ کرامؓ** اگر واقعی اسلام میں کسی کی ولادت و وفات اور دن منانا شرعاً جائز ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کو انجام دیتے پھر صحابہ کرامؓ کو بھی تعلیم دیتے۔ آپؐ ہی نے ہماری پیدائش سے لے کر قبر میں دفن ہونے تک جملہ امور و معاملات میں رہنمائی فرمائی ہے۔ تو کیا آپؐ خود اپنی ولادت کے دن جشن منانے کی ترغیب و تعلیم دینا بھول گئے جب کہ یہ اتنا بڑا کام تھا؟ یا آپؐ نے بنانے میں کوئی کوتاہی برتی؟ چنانچہ جس دن آپؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو بہ ماہ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ، روز دوشنبہ تھا، اس وقت آپؐ نے اپنی ولادت کا نہ کوئی جشن منایا اور نہ منانے کا حکم دیا۔ جیسا کہ سُنی تبلیغی جماعت کے پیشوا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ترجمِ قرآن کے حاشیہ نمبر ۲ اور صفحہ ۸۰۲ پر سورہ جمعہ آیت نمبر ۲ کے تحت ان کے دوسرے بریلوی عالم، مفسرِ قرآن

مولوی سید شاہ نعیم الدین مراد آبادی نے بڑی وضاحت سے لکھ دیا ہے، جو بہت اہم اور قابلِ غور بات ہے۔ لکھتے ہیں کہ :

"حضور علیہ السلام جب ہجرت کرکے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو بارہویں ربیع الاول روز دوشنبہ کو چاشت کے وقت مقامِ قباء میں اقامت فرمائی۔ دوشنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ، پنجشنبہ یہاں قیام فرمایا اور مسجد کی بنیاد رکھی۔"

غور کیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ ربیع الاول کو بجائے اپنی ولادت کی خوشی اور جشن منانے کے مسجد کی تعمیر کی۔ اور آج کے نام نہاد سُنی مسلم محض زبانی محبتِ رسول ؐ کے دم بھرنے والے آپ ؐ کی ولادت کے دن بڑے دھوم دھام سے بڑی عید اور جشن مناتے ہیں۔ بھلا یہ کون سی محبت کا طریقہ ہوا اور کہاں کا انصاف؟

دوسری طرف جب ہم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معمولاتِ زندگی اور ان کے عملی طور طریقے پر غور کرتے ہیں، تو سرے سے ان مروجہ رسم و رواج کا نام و نشان ہی نہیں ملتا، جب کہ صحابہ ؓ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی چھوٹی سنتوں کو اپنانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ کے بارے میں آتا ہے کہ حضور ؐ جس جگہ استنجا کے لیے بیٹھتے تھے آپ ؓ اس جگہ کو یاد کرتے اور جب وہاں سے گذر ہوتا تو اس جگہ بغیر حاجت کے بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ میں نے حضور ؐ کو یہاں بیٹھ کر استنجا کرتے دیکھا تھا، اس لیے میں بھی بیٹھ گیا۔ اسی طرح آپ ؐ جس درخت کے سایہ میں راحت فرماتے، صحابہ ؓ بھی اس جگہ جا کر قیلولہ کر لیتے۔ ایک مرتبہ آپ ؐ وضو فرما رہے تھے، صحابہ کرام ؓ آپ ؐ کے وضو کے پانی کو اپنے جسموں پر تبرکاً ملنے لگے۔ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ؐ کو کدو بہت پسند تھا، اس لیے مجھے بھی مرغوب ہے۔

اسی طرح حضرت انس ؓ جب معصوم بچوں کے پاس سے گذرتے تو انہیں سلام کرتے اور فرماتے کہ "میں نے حضور ؐ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے، اس لیے میں بھی سلام کرتا ہوں۔"

یہ تھا صحابہ کرام ؓ کی زندگی کا ایک مختصر نمونہ جسے میں نے ذکر کر دیا ہے اور جو سب کا سب صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام ؓ کی محبتِ رسول ؐ کیسی تھی اور وہ حضور ؐ کی سنت پر کس طرح کاربند تھے۔ اسی کا نام محبتِ رسول ؐ ہے، اور یہی آپ ؐ کی سچی تابعداری کرنے والے محبِ رسول ؐ ہیں۔ کیا کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام ؓ کی بہ نسبت نبی کی سنت پر زیادہ عمل کرنے والا میں ہوں اور ان سے زیادہ نبی ؐ کو آج میں چاہتا ہوں اور ان پر ایمانِ کامل

رکھتا ہوں صحابہؓ کو نبیؐ سے محبت کرنے کا طریقہ ہی معلوم نہیں تھا، اس لیے وہ لوگ عید میلاد جیسی اہم اور بڑی سنّت کو بھول گئے یا ترک کر گئے جس کی تکمیل آج میں کر رہا ہوں ؟

ان تمام سوالات کے جوابات خود آپ کا ضمیر دے گا کہ ہرگز نہیں! صحابہؓ تو ہم سے کہیں ہزار اور لاکھ گنا عملی میدان میں بہتر اور اچھے تھے اور مروجہ رسم و رواج نیز تمام بدعت کے کاموں کو دانستہ ترک کئے اور بچے رہے تو پھر نبیؐ کے چاہنے والے اور ان سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کرنے والے بدعت کے کاموں کو کیوں نہیں چھوڑتے جو نبیؐ و صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں ہیں ؟

یاد رکھئے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعوٰی محض زبانی نہیں چلے گا، بلکہ عملی طور پر اپنی پوری زندگی کو آپؐ کی لائی ہوئی شریعت کی مکمل پیروی اور سچی تابعداری میں ڈھال لینا اور اپنی خواہشات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع بنا لینے کا نام محبتِ رسولؐ ہے۔ دینِ اسلام اعتدال پسند ہے اور ہمیں بھی تاکیداً حکم کر رہا ہے کہ ہم اپنے تمام دینی و دنیاوی معاملات میں اعتدال اور میانہ روی کو ملحوظ رکھیں ــــ غیر قوموں کی طرح افراط و تفریط، غلو اور بے اعتدالی سے بچیں اور جاہلانہ رسم و رواج کو اپنانے کے بجائے فرائض و واجبات اور سنن و نوافل کی مکمل پابندی کریں۔ اسی راہِ اعتدال کو اپنانے میں ہماری خیریت اور فلاح و نجات ہے، نہ کہ غیر مذہب کے رسم و رواج کے منانے میں۔

تمام مسلمانوں اور دینی ماں بہنوں سے ہماری درخواست ہے کہ عید میلاد النبیؐ اور ان جیسی دیگر بدعات و خرافات اور قسم قسم کی مروجہ مجلسوں کا بالکل بائیکاٹ کریں اور ان میں ہرگز ہرگز شرکت نہ کریں۔ آج کے علمائے سوء محض آپ کو دھوکہ میں ڈالے ہوئے ہیں، یقین مانیئے یہ غیر قوموں کا طریقہ ہے جسے اہلِ بدعت نے اپنا پیٹ و جیب بھرنے کے لیے ایجاد کیا ہے۔ اللہ نے ان جیسا آپ کو بھی عقل و شعور دیا ہے، خود خوب غور کریں اور کوئی عمل کرنے سے قبل اہلِ علم حضرات سے معلوم کرلیں کہ فلاں کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ، سلف و خلف سے ثابت ہے یا نہیں ؟ پھر تحقیق کے بعد قدم بڑھائیں۔

## اسلام میں بدعت کی گنجائش ؟

معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام میں بدعت کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ کوئی بدعت مستحسن و

بہتر ہے ـــــ بلکہ ہر بدعت، خواہ چھوٹی ہو خواہ بڑی، قابلِ مذمت اور موجبِ دخولِ جہنم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

"کلّ بدعۃ ضلالۃ وکلّ ضلالۃ فی النّار ـــــ الحدیث!"

کہ "ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔"

بعض حضرات بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیّئہ کہہ کر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں اور بدعت کی کئی قسمیں بیان کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں ـــــ جیسے بدعتِ واجبہ، بدعتِ مستحبہ، بدعتِ محرمہ اور بدعتِ مکروہہ وغیرہ، حالانکہ یہ سب خود ساختہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی نہیں ہیں۔ جو لوگ بطورِ دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول "نعمۃ البدعۃ ھذہ" (یہ کیا ہی اچھا طریقہ ہے) کو پیش کرتے ہیں سراسر جہالت ہے۔ اس لیے کہ اگر ہم شرعی معنیٰ میں اچھی بدعت مراد لیتے ہیں تو اس کا معنیٰ یہ ہوگا (نعوذ باللہ) صحابہ کرامؓ بھی بدعت کے کام کرتے اور کرواتے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی مخالفت کرتے تھے۔ "یعنی کلّ بدعۃ ضلالۃ" کی۔ جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمانے کا مطلب یہ تھا کہ جو لوگ الگ الگ تراویح کی نماز ادا کر رہے تھے، ان کو حضرت عمرؓ نے ایک امام کے تابع کر دیا اور فرمایا، یہ کیا اچھا طریقہ ہے بہ نسبت پہلے کے۔ گو حضرت عمرؓ نے وہی طریقہ اپنایا جو حضورؐ کے زمانے میں تھا۔ پھر بدعت حسنہ کیسے ہوئی ؟

علاوہ ازیں حضرت عمرؓ کا قول کوئی شرعی حکم نہ تھا، بلکہ آپؓ کے اس فرمان کا لغوی معنیٰ مراد ہے، کیونکہ آپؓ بھی سنّت ہی کے تابع تھے۔ غیر نبی کے لیے قانون سازی جائز نہیں، اور تراویح باجماعت کا ثبوت عہدِ نبوی سے ہے۔ حضرت عمرؓ نے کوئی بدعتِ حسنہ رائج نہیں کی! بدعت تو اسے کہیں گے جس چیز کا وجود دین میں سرے سے نہ ہو! ـــــ بدعت کا لغوی معنیٰ واصل مادہ : بَدَعَ یَبْدَعُ باب فَتَحَ یَفْتَحُ یعنی "بدع الاختراع علی غیر مثال سابق۔" (کسی چیز کی ایجاد بالکل نئے طرز سے ہو، جس کی گذشتہ میں مثال موجود نہ ہو)۔ جیسے :

"بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو ایسے نئے طرز پر بنایا کہ گذشتہ زمانے میں اس طرح کی کوئی مثال نہیں ملتی ہے، نہ پہلے نہ بعد میں !

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بدعت کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"بدعت لغت میں ہر اس عمل کو کہا جائے گا، جس پہ پہلے سے کوئی مثال نہ ہو۔
اور" اصطلاحِ شرع میں بدعت کا اطلاق ہر اس نئی ایجاد پر ہوگا جس کی
رسولِ اکرم ؐ اور صحابہؓ کے دور میں سرے سے کوئی اصل نہ ہو"

یعنی دین کامل ہو جانے کے بعد اپنی طرف سے طلبِ ثواب کی نیت سے ایک ایسی نئی چیز کا ایجاد کرنا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے قول سے ثابت نہ ہو تو وہ مطلق بدعت کہلائے گی۔ فقہاء کی اصطلاح میں ہر اس نئی چیز کا نام بدعت ہے جس سے کتاب و سنت اور اجماعِ صحابہؓ کی مخالفت ہو رہی ہے اور جس کی شارع علیہ السلام نے اپنے قول و فعل سے اجازت نہ دی ہو۔

بدعت کے جواز پر موجودہ زمانے کے ایجادات (موٹر، ٹرین، ہوائی جہاز وغیرہ کے ذریعہ سفر کرنا، عمدہ لباس اور اچھے کھانے، مکان، مسجد و مدرسہ کی پکی تعمیر کرنا، لائیٹ، پنکھے بجلی، و دیگر سامان کا استعمال کرنا وغیرہ سے استدلال کرنا اور پھر مذکورہ سواریوں اور چیزوں کو بدعت کہنا حد درجہ حماقت و نادانی، دینِ حق کی معرفت سے کوسوں دوری، اور اندھے ہونے کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔

نیز اہلِ بدعت قرآنِ پاک کے اعراب (زبر زیر پیش) لگانے اور قرآن و حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنے پر اعتراض کرتے ہوئے بدعت کہتے ہیں اسی طرح علمِ نحو و دیگر فنون کے حاصل کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔ یعنی دل میں جو شیطان ڈالے بک دیتے ہیں۔ ایسی بے سروپا بات کہنے سے پہلے ان جاہلوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ عہدِ نبویؐ و عہدِ صحابہؓ میں لکھنے پڑھنے کا رواج تھا۔ قرآن و حدیث کے جمع کرنے اور ان کے حروف پر اعراب لگانے کا حکم موجود ہے قرآنِ پاک اعراب ہی کے ساتھ نازل ہوا اور انہی اعراب کے ساتھ قرآن کی تلاوت ہوتی تھی۔ صحابہؓ میں تعلیم و تعلم کا باقاعدہ رواج تھا۔ نیز اس وقت بھی سواریاں ہی کی جاتی تھیں (اونٹ، خچر وغیرہ کے ذریعہ) ـــــ اس وقت پکی مسجدیں بھی تھیں، مدرسے بھی تھے پھر موجودہ ایجادات کو بدعت پر قیاس کرنا محض شیطانی قیاس ہے۔ اور جس طرح لعین شیطان قیاس کر کے گمراہ ہوا، اسی طرح آج کے علماءِ سُوء گمراہ ہیں۔

دوسری بات یہ کہ موجودہ ایجادات کو ہم کوئی دینی کام سمجھ کر ثواب کی نیت سے استعمال نہیں کرتے، بلکہ دنیوی فائدے کے لیے کرتے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ نے خاص ہمارے فائدہ

اٹھانے کے لیے پیدا فرمایا۔ اور پھر ان چیزوں کو ہمارے تابع و ماتحت بنا دیا، جس کو استعمال کرنے کا خود اللہ تعالیٰ نے حکم اور حق دیا ہے —— پھر انہیں بدعت کہنا چہ معنی دارد؟

اسی طرح عید میلاد النبیؐ جیسی کھلی بدعت کو ثابت کرنے کے لیے بطور جواز کے مندرجہ ذیل آیتِ قرآنی کو پیش کرنا غلط ہے:

"قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا" (یونس: ۵۸)

"کہو کہ یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے (کہ یہ چیز اسی نے بھیجی) اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہیئے"۔

"وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ" (ابراھیم: ۵)

پوری آیت یوں ہے:

"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ"

"یاد کرو جب کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی میں نکالیے اور انہیں اللہ کے احسانات یاد دلائیے[1] اس میں نشانیاں ہیں ہر صبر شکر کرنے والے کے لیے"۔

"رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا"۔ (المائدۃ: ۱۱۴)

"ہمارے رب ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر جو ہمارے لیے اور ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے خوشی کا موقع قرار پائے"۔

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ"۔

"اے ایمان والو! تم اپنے اوپر نعمتِ الٰہی کو یاد کرو"۔

ان آیاتِ کریمہ کو عید میلاد النبیؐ کے جواز میں پیش کرنا حد درجہ کی ہٹ دھرمی اور قرآنِ پاک کے ساتھ مذاق و استہزاء اور بطرز یہود و نصاریٰ کے معنوی تحریف ہے۔ ان آیتوں کے اندر اللہ تعالیٰ نے جن جن نعمتوں اور رحمتوں کا ذکر فرمایا ہے، ان سے دینِ اسلام

---

[1] عام مفسرین اس سے مراد لیتے ہیں بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلانا، ان کے لیے دریا کو پھاڑنا، ابر کا سایہ کرنا اور من و سلویٰ کا اتارنا وغیرہ۔

اور اللہ کے دیگر بڑے بڑے احسانات وانعامات مراد ہیں جو مومنوں پر بوقتِ ضرورت وقفہ سے نازل ہوتے رہے۔ اور اگر صرف آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کی ذات مراد لی جائے تب بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کی ولادت کی سالگرہ منائی جائے۔ لہٰذا مذکورہ آیتوں کی غلط تاویلات کر کے عید میلاد منانے کا ثبوت پیش کرنا بے وقوفی اور حماقت ہے۔ قارئین خود ان قرآنی آیات کا ترجمہ وتشریح دیکھ کر فیصلہ کرلیں اور پھر ان لوگوں کی امانت ودیانت کا اندازہ فرمائیں۔

ع شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا فہم عطا کرے اور اسلاف کے طریقے راہِ اعتدال پر چلائے آمین!

(بشکریہ محدّث بنارس انڈیا)

---

جناب کلیم الرحمٰن متعلم جامعہ سلفیہ بنارس

# نعت

وضو کر لے اے میرے پیارے قلم — صفاتِ نبیؐ کر رہا ہوں رقم
وہ شاہِ مدینہ وہ شاہِ عجم — شہِ انبیاء آپؐ ہیں ذوالحشم
وہ گزرے ہیں جس راہ سے، آج بھی — وہاں تک نہ پہونچے کسی کے قدم
اخوت کا ایسا پڑھایا سبق — کہ دشمن بھی رہنے لگے ہیں بہم
شفاعت کی خاطر سرِ حشر سب — کہیں گے کہاں ہیں شفیع الامم
اگر غیب داں ہوتے خیر الوریٰ — نہ کھاتے کبھی گوشت جس میں ہو سم
الٰہی مری ہے یہی آرزو — ہو اک بار دیدارِ ارضِ حرم
امامت فرشتوں کی جس نے ہے کی — خدا کے ہیں پیارے نبیؐ محترم

کلیمؔ اپنا شیوہ یہ ہو روز و شب
درود انؐ پہ پڑھتے رہیں دم بدم!